زکوٰۃ کے علاوہ

رفع احتیاج کی دیگر اسلامی تدابیر

(از یوسف القرضاوی ــ ترجمہ و تلخیص: عبدالحمید صدیقی)

(۱۲)

زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ دوسرے مالی حقوق ہیں جو مختلف اسباب و حالات کے تحت مسلمان پر واجب ہیں۔ اور ان سب کا مقصد بھی فقرا کی اعانت اور فقر و احتیاج کو دار الاسلام سے نکال باہر کرنا ہے۔ حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہمسائے کا حق | ہمسائے کے حق کی حفاظت کرنے کا حکم خداوند تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دیا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں ہمسائے کا حق ادا کرنے کی ترغیب دی ہے اور ہمسائے کی عزت و احترام کو ایمان کا تقاضا اور اس کی ایذا رسانی اور اس کے حقوق سے غفلت کو مسلمانی کے منافی قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔ (النساء۔ ۳۵)	اللہ کی بندگی کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور نیک سلوک کیا کرو اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں سے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائے کی تعظیم و تکریم کرے۔" (بخاری و مسلم)

(۲) اپنے ہمسائے سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ مسلمان ہو جاؤ گے۔ (ابن ماجہ)

(۳) جبریل علیہ السلام مجھے ہمسائے کے بارے میں متواتر وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان گزرنے لگا کہ وہ اُسے ہمسائے کا وارث بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) وہ شخص مومن نہیں جو اس حال میں رات گزارے کہ وہ تو شکم سیر ہے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہے اور وہ یہ جانتا ہے۔ (طبرانی، بیہقی)

(۵) کسی علاقے کے رہنے والے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص ایک رات بھی بھوکا رہے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و امان سے نکل جائیں گے۔

عمدہ ترین بات جو ہمسائے کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں آئی ہے وہ یہ ہے جو اس حدیث میں وارد ہے کہ "تو اپنے ہمسائے کو اپنے پکے ہوتے کھانے کی خوشبو سے تکلیف نہ دے اِلّا یہ کہ تو اُسے اپنے کھانے میں سے چلّو بھر دے دے۔ اور جب تو کوئی پھل خریدے تو اس میں سے اپنے ہمسائے کو تحفہ بھیج۔ اگر تو نہ بھیجنا چاہے تو اُسے چھپا کر اندر لے جا اور تیرا بچّہ اُسے لے کر باہر نہ نکلے مبادا اُسے دیکھ کر ہمسائے کا بچہ رنجیدہ ہو۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجھے میرے دوست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے وصیت فرمائی ہے کہ جب تو کچھ پکائے تو شوربا زیادہ کر لیا کر۔"

ہمسایہ صرف وہ نہیں جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو بلکہ آثارِ صحابہ میں یوں مروی ہے کہ چالیس گھر ہمسائے کی تعریف میں آتے ہیں۔ اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا ہے کہ گھر کے چاروں اطراف میں سے ہر طرف کے چالیس چالیس گھر۔ لہٰذا ہر محلّے کے باشندے ایک دوسرے کے ہمسائے ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "مَیں نے کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے دو ہمسائے ہیں ایک کے گھر کا دروازہ میرے گھر کے دروازے کے بالکل سامنے ہے اور دوسرے کا ذرا ہٹ کر۔ اور بعض اوقات میرے پاس انہیں دینے کے لیے کوئی چیز اتنی ہوتی ہے کہ دونوں کو نہیں دی جا سکتی اس صورت میں کونسا ہمسایہ مستحق تر ہے؟" آپؐ نے فرمایا "جس کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے سامنے ہے۔"

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہر محلّے کو ایک ایسی وحدت بنا دے جس کے اجزاء (یعنی باشندگانِ محلّہ) خوشحالی اور تنگ دستی میں ایک دوسرے کی کفالت اور اعانت کریں۔ اپنے میں سے کمزور کا سہارا بنیں، بھوکے کو کھانا کھلائیں۔ ننگے کو کپڑا پہنائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسولؐ انہیں کوئی تحفظ نہیں دیتے اور وہ مومنین کے معاشرے سے منسوب ہونے کا استحقاق بھی نہیں رکھتے۔

اسلام کے آدابِ معاشرت میں ایک بہترین بات یہ ہے کہ اُس نے ہمسائے کا ہمسائے پر حق رکھا ہے خواہ وہ غیر مُسلم ہی ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ مَیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ اور اُن کا ایک غلام بھیڑ کو ذبح کر کے اُس کی کھال اُتار رہا تھا تو آپؓ نے فرمایا "اے نوکر! جب تم کھال اُتار چکو تو پہلے ہمارے ہمسائے یہودی کو گوشت دینا"۔ یہ بات آپؓ نے کئی مرتبہ کہی۔ غلام نے آپ سے کہا "آپ یہ بار بار کیوں فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیں ہمسائے کے متعلق وصیت فرماتے رہے حتی کہ ہمیں یہ خدشہ ہونے لگا کہ آپ ہمسائے کو ہمسائے کا وارث بنا دیں گے۔

۲۔ عیدالاضحیٰ کی قربانی | حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدالاضحیٰ کی قربانی مندرجہ ذیل حدیث کے بموجب ہر خوشحال مسلمان پر واجب ہے:۔

من کان عندہ ساعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔ (احمد۔ ابن ماجہ)	جو شخص خوشحالی کے باوجود قربانی نہیں دینا چاہتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

۳۔ قسم توڑنا | قسم شکنی کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ (قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو)۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تب تین روزوں کا حکم ہے۔

۴۔ ظہار | جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ تو مجھ پر میری ماں یا بہن وغیرہ کی پُشت جیسی ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے تاآنکہ وہ شخص اپنی بات کا کفارہ ادا نہ کر دے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے اور جو اس کی

بھی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۵۔ ماہِ رمضان دن کے وقت جماع کرنا | ماہِ رمضان میں روزہ رکھ کر جماع کرنے کے مرتکب کو بھی وہی کفارہ ادا کرنا پڑے گا جو ظہار کے مرتکب پر فرض کیا گیا ہے۔

۶۔ بوڑھوں اور دائم المرض افراد کا فدیہ | وہ بوڑھے اور ناقابلِ علاج دائم المرض افراد جو ماہِ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتے وہ رمضان کے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کے کھانے کے برابر کھانا فدیہ دیتے ہیں جیساکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت تو رکھتے ہوں مگر (بوجہ عمر رسیدگی یا دائم المرضی) نہ رکھیں تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے)۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی جان یا اپنی اولاد کی جان کا خطرہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ بھی فدیہ دے کر روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔

۷۔ ہدی | وہ قربانی جو کوئی حاجی یا عمرہ کرنے والا اُونٹ، گائے یا بکریوں کی صورت میں مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے دیتا ہے:۔

ا۔ احرام کے سبب ممنوع افعال میں سے کسی فعل کے ارتکاب کے کفارے کے طور پر

ب۔ حجِ تمتّع (عمرہ اور حج دو احرام سے کرنا)

ج۔ حجِ قِران (عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے کرنا)

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ۔ (مائدہ: ۹۵)

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلّہ ایک جانور اُسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہو گا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ

پہنچایا جاتے گا یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا۔

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ: ۱۹۶) — جو شخص حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے۔

اس قربانی کے فرض کرنے سے شریعت کا مقصد یہ ہے کہ فقیر کو گوشت کھلانے کا موقع مہیا کیا جائے جس کی حکمت صاحبِ شریعت ہی جانتا ہے جو قربانی کی قیمت یا اس کی دُگنی قیمت بھی بطورِ صدقہ دے دینے کو قبول نہیں فرماتا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (حج: ۲۸) — اس قربانی میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (حج: ۳۶) — قربانی میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت سے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔ ان جانوروں کو ہم نے اس طرح تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔

۸۔ فصل کی کٹائی کا حق: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ۔ (الانعام: ۱۴۱) — وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کیے کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ کھاؤ ان کی پیداوار جبکہ یہ پھلیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو۔

صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں "اللہ کے حق" سے

مراد زکوٰۃ نہیں بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ کچھ دینا ہے جو فصل کے مالک کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماحول میں غرباء و مساکین کی ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے جتنا چاہے دے دے۔ چنانچہ اس "حق" کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ عطیہ یا صدقہ ہے جو فصل کے مالک اپنی زکوٰۃ کے علاوہ دیں"۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں "اس سے مراد یہ ہے کہ فصل کی کٹائی کے وقت فصل کے مالک جو آسانی سے دے سکیں وہ اُس وقت موجود غرباء و مساکین کو دے دیں اور یہ زکوٰۃ نہیں ہوگی"

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں "فصل کی کٹائی کے موقع پر آنے والے مساکین کو فصل میں سے جو دے دیا جائے"۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مذمت کی ہے جو اپنے باغوں کے پھل چنتے ہیں اور اُن سے صدقہ نہیں دیتے جیسا کہ سورہ القلم میں مالکانِ باغ[1] کا ذکر فرمایا ہے۔

فقیر اور مسکین کا حقِ کفایت یہ حق دوسرے تمام حقوق سے زیادہ اہم ہے کیونکہ مسلم معاشرے میں ہر فرد کا یہ حق ہے کہ اُسے زندگی کی بنیادی ضروریات حسبِ کفایت مہیا کی جائیں اور اس کے کنبے کی کفالت کی جائے۔ اگر زکوٰۃ فنڈ سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو بہتر! اور اگر مالِ زکوٰۃ یا بیت المال کے دوسرے ذرائع آمدنی میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ فقراء و مساکین اور اُن کے کنبوں کی کفالت بہتر طور پر کی جا سکے تو پھر مسلمانوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی فقراء و مساکین کا حق ہے جیسا کہ ترمذی میں فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق کچھ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: "مسلمانوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔ پھر آپؐ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ	نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ	کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ	کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ	کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں

[1] ملاحظہ فرمائیے سورۃ القلم از آیت ۱۷ تا ۳۳۔

السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۔ (البقرہ: ۱۷۷)

پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس آیت کو بطورِ استدلال پیش فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پہلے خویش و اقارب، یتامیٰ اور مساکین کو مال عطا کرنے کو نیکی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے جو بجائے خود نیکی اور تقویٰ کے عناصر و ارکان ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی خویش و اقارب اور مساکین وغیرہ کو کچھ دیتے رہنا واجب ہے۔

باوجود اس کے کہ یہ بات اتنی واضح ہے کہ کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی کو بطورِ استدلال پیش کرنے کی ضرورت نہیں تاہم قرآن و سنّت میں اس کے دلائل اظہر من الشمس ہیں کیونکہ نظامِ اسلامی کی ماہیّت و مزاج جو قرآن و حدیث سے واضح ہوتا ہے اس کے مطابق اسلامی معاشرے میں کفالتِ باہمی ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہے اور باہمی تعاون و ہمدردی ایک ایسا فرض ہے جسے ادا کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلم معاشرے کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً[۱] (مومن باہم دگر دیوار کی مانند ہیں جس کے مختلف حصے ایک دوسرے کے لیے مضبوطی و استحکام کا باعث ہوتے ہیں)۔ اور مثل المومنین فی توادھم وتعاطفھم وتراحمھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الاعضاء بالحمی والسھر[۲] (باہمی محبت، لطف و کرم اور رحم و رأفت میں مومنوں کی جماعت ایک جسم کی مانند ہے جس کا اگر ایک عضو مبتلائے درد ہوتا ہے تو دوسرے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی کا شکار ہو کر اُس کے شریکِ درد ہو جاتے ہیں)۔ اور المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ[۳] (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے)، اور ایما اھل عرصۃ اصبح فیھم امرؤ جائع فقد برئت منھم ذمۃ اللہ[۴] (کسی علاقے کے رہنے والوں میں اگر ایک آدمی بھی رات کو بھوکا سو کر اٹھا تو وہ علاقہ اللہ کی حفاظت سے نکل جائے گا۔)

---

[۱]، [۲] بخاری و مسلم، [۳] بخاری [۴] حاکم

ان احادیثِ نبویؐ سے پہلے قرآن مجید کی آیات میں مسکین کو نظر انداز کرنے والوں اور فقیر اور نادار کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے والوں کو ہلاکت اور بربادی سے خبردار کیا گیا ہے اور دنیوی و اُخروی عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ مدثر میں قرآن مجید آخرت کے مناظر میں سے ایک منظر پیش کرتا ہے، یعنی اصحاب یمین کے اجتماع کا منظر جو اپنے باغات میں ہوں گے اور ایک دوسرے سے حق کا انکار اور تکذیب کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہے ہوں گے اور جب وہ منکرین و مکذبین آگ کی لپیٹ میں آچکے ہوں گے تو وہ اصحابِ یمین اُن سے پوچھیں گے کہ یہ عذاب تم پر کس وجہ سے نازل ہوا ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ مسکین کی حق تلفی کرنے اور اُسے بھوک اور عریانی کی حالت میں چھوڑ دینے کی وجہ سے۔" ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ، قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر ۳۸-۴۴)

ہر ایک شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے مگر داہنے والے۔ باغوں میں ہوں گے باہم پوچھ رہے ہوں گے گنہگاروں کی نسبت۔ کس چیز نے ڈالا انہیں دوزخ میں وہ کہیں گے کہ ہم نہ تھے نماز پڑھنے والوں میں اور نہ ہم کھانا کھلاتے تھے مسکینوں کو (اُن کے خورد و نوش، لباس، رہائش اور دیگر ضروریاتِ حاجاتِ زندگی کا خیال نہیں رکھتے تھے)۔

سورہ القلم میں اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ بیان فرمایا ہے جنہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ وہ رات کے وقت پھل توڑیں گے تاکہ اُن مساکین کو باغ کے پھلوں کے حصے سے محروم کردیں جو کٹائی کے دن کچھ لینے کے لیے آجاتے تھے۔ ادھر انہوں نے ایک دوسرے سے یہ وعدہ کیا اُدھر اللہ کا فوری عذاب نازل ہوا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ اِنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ

وہ رات کو سو رہے تھے کہ بحکمِ خدا آگ نے سارا باغ جلا دیا جس سے وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو باغ کا

فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَالُّوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ...... كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ القلم (۱۹ - ۳۳)

پھل توڑنا ہے تو سویرے ہی باغ میں چلو ۔ وہ چلے اور چپکے چپکے آپس میں کہہ رہے تھے کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس کوئی محتاج نہ گھسنے پائے وہ سویرے ہی بڑے اہتمام کے ساتھ وہاں جا پہنچے اور دل میں سمجھتے تھے کہ وہ ضرور سب پھل توڑ لیں گے ۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو راہ بھول گئے بلکہ ہم تو بد نصیب ہیں ۔۔۔ یونہی ہوا کرتا ہے عذاب اور آخرت کا عذاب تو کہیں بڑھ کر ہے کاش وہ جانتے (تو ایسا نہ کرتے) ۔

قرآن مجید نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ مومنین کو مساکین معاشرہ کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کا خیال رکھنے کی دعوت دے اور ان کو بے سہارا چھوڑ دینے کی سزا سے ڈرائے بلکہ اُس نے ہر مومن پر مسکین کا یہ حق ڈالا ہے کہ وہ دوسرے مومن لوگوں کو بھی مساکین کے خورد و نوش کا انتظام کرنے اور ان کے دیگر حقوق کا خیال رکھنے کی ترغیب دے ۔ اور کہا ہے کہ مسکین کے حق کو پورا نہ کرنا اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کے مترادف ہے اور اُس کے غصے کا موجب اور آخرت میں جہنم کے عذاب کا باعث ہے ۔ چنانچہ اصحاب شمال (بائیں والے) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ الحاقہ میں فرماتا ہے :

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۔

لیکن جس کو اس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا اے کاش! مجھے یہ میرا اعمالنامہ نہ ملا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش! موت سے میرا بالکل خاتمہ ہی ہو جاتا ۔ میرا مال آج میرے کچھ بھی کام نہ آیا ۔ میری وہ دنیا کی حکومت آج مجھ سے کھوئی گئی ۔

پھر اللہ احکم الحاکمین ایسے مجرم کے متعلق اپنا عادلانہ فیصلہ دیتے ہوئے اُسے عذاب جہنم کا مستحق

قرار دے گا چنانچہ ارشاد ہوگا :

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ۔ (الحاقہ ۲۵-۲۹)

(اے فرشتو!) اسے پکڑ کر طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دو۔ پھر ایک ستر گز لمبی زنجیر میں اسے جکڑ دو۔

پھر اُن مجرمین کے لیے عذابِ جہنم کے قطعی حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (الحاقہ: ۳۳-۳۴)

کیونکہ وہ بڑی عظمت والے خدا پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

یہ وہ آیات ہیں جنہیں پڑھ کر دل کانپ اُٹھتے ہیں اور ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسا صحابی رسول اپنی بیوی سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اے اُمِ درداء! اللہ کے پاس ایک زنجیر ہے جسے اس وقت سے آگ کی بڑی بڑی دیگوں میں تپایا جا رہا ہے جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے اور اُس وقت تک تپایا جاتا رہے گا جب تک کہ وہ لوگوں کے گلے کا طوق نہیں بنا دی جاتی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے نصف سے اس وجہ سے نجات دے دی ہے کہ ہم اللہ عظمت والے پر ایمان رکھتے ہیں پس اے درداء کی ماں! مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیا کر۔"

قرآن مجید سے پہلے چشمِ کائنات نے کوئی کتاب ایسی نہیں دیکھی جس نے مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے کو جہنم رسیدگی اور عذابِ الیم کا موجب قرار دیا ہو۔

سورۂ ماعون میں اللہ تعالیٰ نے یتیم کو رنجیدہ کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے کو تکذیبِ دین کی علامات کہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (الماعون: ۱-۳)

کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو دینِ اسلام کو جھٹلاتا ہے یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دے کر نکالتا ہے اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا

سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے معاشرے کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے :-

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (الفجر ۱۷-۱۸)

ہر گز نہیں بلکہ تم ہی یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو کہ مسکین کو کھانا کھلائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تحاضون (باہم دگر ترغیب دینا) کے الفاظ فرما کر سارے معاشرے کو دعوت دی کہ وہ مسکین کی دیکھ بھال کے معاملے میں باہم دگر تعاون و ترغیب سے کام لیں۔

جب اصحابِ شمال، جاہلین اور دینِ اسلام (یا روزِ جزا) کی تکذیب کرنے والے مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے اور اُسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تو پھر مومنین اور دین اسلام (یا روزِ جزا) کی تصدیق کرنے والوں پر فرض ہے کہ وہ فقراء و مساکین کی اعانت کریں خواہ انہیں دوسروں (یعنی جو لوگ سوسائٹی میں زیادہ مال و دولت والے ہیں اُن) سے مال لیکر اُن (فقراء و مساکین) کی اعانت کرنی پڑے مبادا وہ مذکورہ آیات میں نازل شدہ وعیدِ الٰہی کی زد میں آجائیں۔ یہ اعانت اُن فلاحی انجمنوں اور اجتماعی اداروں کے ذریعے کی جاسکتی ہے جو فقراء کی بہبود کے لیے بنائے گئے ہیں۔

ابنِ حزم کی رائے: جس شخص نے قرآن و سُنّت اور اقوالِ صحابہ و تابعین سے اس حق (فقراء و مساکین کا حق) کی کماحقہ وضاحت کی ہے وُہ ظاہری فقیہ امام ابن حزم ہیں جو کہ اپنی فقہ میں قرآن و حدیث یا آثارِ صحابہ و تابعین کے نصوص کے ظاہر کو قابلِ اعتبار و اعتماد سمجھتے ہیں کسی امام یا فقیہ کی رائے یا قیاس کو نہیں مانتے۔ فقراء و مساکین کے حق کے سلسلے میں بھی انہوں نے قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ سے ایسی نصوص بھی پیش کی ہیں جو ثبوت کے اعتبار سے صحیح، اور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور جن کے پیشِ نظر وہ پوری صاف گوئی سے اور بے لاگ طور پر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے لازم ہے کہ ہر علاقے کے دولتمندوں پر زکوٰۃ کے علاوہ کچھ زائد ٹیکس لگائے جائیں تاکہ فقراء کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو سکیں۔ وہ بنیادی ضروریات یہ ہیں:

۱۔ خوراک جو اُس کے جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لیے کافی ہو۔

۲۔ لباس جو اس کی ستر پوشی کر سکے اور اس کے جسم کو گرمی یا سردی سے بچا سکے۔

۳۔ مکان جو اُسے گرمی، بارش اور راہ گیروں کی تانک جھانک سے بچا سکے۔

بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس وغیرہ لگانا جائز نہیں امام ابن حزم نے ایسے قطعی دلائل سے اس رائے کا توڑ کیا ہے کہ ردّ و اعتذار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی چنانچہ اپنی تصنیف "المحلیٰ" میں رقم طراز ہیں:

ہر علاقے کے دولتمند افراد پر فرض ہے کہ وہ وہاں کے فقراء کے نان نفقہ کی ذمہ داری قبول کریں اور اگر وہ ایسا کرنے سے گریز کریں تو حاکم وقت انہیں اس پر مجبور کرے۔ اگر زکوٰۃ اور مسلمانوں کے دوسرے مالوں (صدقہ و خیرات وغیرہ) سے اُن فقراء کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں تو پھر اُن کی خاطر دولتمند مسلمانوں پر اتنا ٹیکس لگایا جائے جس سے اُن کی خوراک، لباس جو گرمیوں اور سردیوں کے لیے ہو، اور جائے رہائش جو انہیں بارش گرمی سردی، سورج اور راہگیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے کے لیے کافی ہو۔"

قرآنی دلائل ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورۂ بالا قول کے قرآنی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ (الاسراء: ۲۶)

رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (النساء: ۳۶)

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مسکین اور مسافر کا حق رشتہ دار کے حق کے ساتھ مقرر فرمایا ہے اور والدین، قرابت داروں، مسکینوں اور ہمسایوں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو فرض کیا ہے اور حُسنِ سلوک کا تقاضا ہے کہ ان کی جملہ ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھا جائے اور اُن کی ضروریاتِ زندگی کا خیال نہ رکھنا بلاشبہ بدسلوکی کے مترادف ہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے طُرق سے نہایت صحت کے ساتھ

روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:" جو روئے زمین کے انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا"۔ جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو اور وہ دیکھے کہ اس کا مسلمان بھائی بھوکا ننگا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو بلاشبہ اُس شخص نے اپنے بھائی پر رحم نہیں کیا۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ صُفّہ فقیر قسم کے آدمی تھے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے۔ اوکما قال

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا۔ اور اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا"۔ ابو محمد فرماتے ہیں کہ جو شخص کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنے کسی بھائی کو بھوکا ننگا رہنے دے اُس نے اپنے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" جس شخص کے پاس کوئی سواری زاید ہو وہ یہ زائد سواری اُس شخص کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ یہ زاید زادِ راہ اُس شخص کو دے دے جس کے پاس کوئی زادِ راہ نہیں"۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ پھر آپؐ نے مال کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ اپنی ضرورت سے زاید مال میں ہمارا کسی کا بھی کوئی حق نہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:" بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کرو"۔

قرآن مجید اور صحیح احادیث کی نصوص اس باب میں بہت زیادہ ہیں۔

آثارِ صحابہؓ حضرت ابووائل شفیق ابن مسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" اگر مجھے اُس وقت اس بات کا علم ہو جاتا جو بعد میں ہوا ہے تو میں اغنیاء سے اُن کی ضرورت سے زائد مال لے لیتا اور اُسے مہاجر فقراء میں تقسیم کر دیتا"۔

حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں فقراء کا جو حق مقرر فرمایا ہے وہ اتنا ہے جس سے فقراء کی ضروریات پوری ہوجائیں۔ اگر اس کے باوجود فقراء بھوکے ننگے رہیں اور اُن کی گزران مشکل ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اغنیاء اپنے مالوں میں سے فقراء کا حق ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ یہ حق رکھتا ہے کہ ایسے اغنیاء سے قیامت کے دن مواخذہ کرے اور انہیں سزا دے۔"

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں" تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔"

حضرت ام المومنین عائشہؓ، حسن ابن علی اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے ایک سائل سے فرمایا" اگر تم بھاری خون بہا، کمر شکن قرض، رُسوا کُن غربت کے سلسلے میں سوال کرتے ہو تو تمہارا حق واجب ہوگیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور تین سو دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق صحیح روایت ہے کہ اُن کے توشے ختم ہوگئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے توشے دو توشہ دانوں میں جمع کریں۔ جب انہوں نے جمع کر دیئے تو حضرت ابوعبیدہ انہیں اُس جمع شدہ توشے سے یکساں طور پر خوراک دینے لگے۔" حضرت شعبی، مجاہد، طاؤس وغیرہ کے متعلق صحیح روایت میں ہے وہ کہتے ہیں: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

ابنِ حزم فرماتے ہیں" ہمارے علم میں نہیں کہ صحابہ اور تابعین وغیرہ میں سے کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کہی ہو سوائے ضحاک بن مزاحم کے جو کہتے ہیں" زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد مال میں ہر دوسرا حق منسوخ ہوگیا ہے۔"

ابنِ حزم کہتے ہیں کہ ضحاک کی تو روایت ہی قابلِ حجت نہیں اُن کی رائے کیسے قابلِ حجت ہوسکتی ہے؟ اور عجیب بات یہ ہے کہ اسے بطور دلیل پیش کرنے والے ضحاک خود ہی اس کے پہلے مخالف ہیں اور ان کی رائے کے مطابق مال میں زکوٰۃ کے علاوہ مندرجۂ ذیل حقوق ہیں:-

عزیز و مند والدین، بیوی، غلام اور حیوان پر خرچ کرنا اور قرضوں کی ادائیگی کرنا اور خون بہا وغیرہ ادا کرنا۔

شریعتِ اسلامی کے بنیادی ضابطے

تصنیف: حسن احمد الخطیب المصری ــــ ترجمہ: جناب خلیل حامدی صاحب

——— (۴) ———

(فقہ الاسلام کا ایک باب)

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو: ترجمان القرآن شمارہ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

بیسواں ضابطہ: " یُقدَّم فی کل ولایۃٍ مَنْ ھو اقدر علی القیام بحقوقہا ومصالحہا"

(ہر منصب اور عہدہ کے لیے اُس شخص کو ترجیح دی جائے گی جو اُس کی ذمہ داریوں اور مصلحتوں کو پورا کرنے پر زیادہ قادر ہوگا)۔ چنانچہ اِس ضابطہ کی رُو سے مُلکی قیادت کے لیے اُس شخص کو مقدم رکھا جائے گا جو نظام کے انتظام و انصرام کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتا ہو، شریعت کے مقاصد میں زیادہ درک رکھتا ہو، اہلِ افراد کے تقرر اور ناموزون اور ضعفاء کی معزولی پر زیادہ قدرت رکھتا ہو، دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ جری ہو اور اسی طرح وہ مالی معاملات پر بھی گہری نظر رکھتا ہو اور اُسے یہ معلوم ہو کہ اموال کہاں کہاں سے حاصل کیے جا سکتے ہیں اور کن کن صحیح مدات پر صرف کیے جا سکتے ہیں۔ جنگی قیادت کے لیے اُس شخص کو ترجیح ہوگی جو جنگ کے حربوں میں زیادہ ماہر ہوگا، فوج کے نظم و نسق کو زیادہ بہتر طریقے سے سرانجام دے اور دشمن پر یلغار کرنے کی صلاحیت سے بہرہ مند ہو۔ عدلیہ کی ذمہ داری ایسے افراد کو سونپی جائے گی جو شرعی احکام کو بہتر جاننے والے ہوں[1] اور مقدمہ کے فریقوں کے دلائل و بیانات اور اُن کے چالبازیوں کو سمجھنے میں خوب ہوشیاری سے کام لیتا ہو۔

---

[1] الفروق للقرافی۔